© rasailojaraid.com

نکاح بیوگان

(از مولوی ابوالرشید عبدالرؤف خاں صاحب رحمانی مدرس رحمانیہ)

مذہبی تعلیم کے لحاظ سے بیواؤں کے حق میں پناہ کی جگہ اسلام ہی ہے جو ببانگ دہل اعلان کرتا ہے وانکحوا الایامیٰ منکم بیوگان کی شادی کر دیا کرو۔ (سورۂ نور پارہ ۱۸)

حدیث شریف میں ہے کہ اے علی تین چیزیں تاخیر جائز نہیں ہے۔ جب نماز کا وقت ہو جائے فوراً پڑھی جائے، جب جنازہ حاضر ہو فوراً تیار ہونا چاہیے جب رانڈ اور بیوہ ہو فوراً نکاح کر دینا چاہیئے۔ اسکے برخلاف ہندوؤں کے گرو سوامی دیانند کی تعلیم ہے کہ شریف ذاتوں (برہمن۔ کھتری۔ ویش) میں کبھی شادی نہیں ہو سکتی ہاں شودر قوم میں کبھی شادی ہو جاتی ہے اور اسی وجہ سے اس اچھوت و شودر قوم کو ہندوؤں نے اپنے سے علیحدہ کر رکھا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جب مسلمانوں کو اس اعلیٰ تعلیم کے باوجود اس امر پر توجہ نہیں ہے بلکہ کتنے ہی لوگ ہیں جو دوبارہ شادی نکاح کو عیب خیال کر کے بہت قبیح سمجھتے ہیں۔ کاش مسلمان بیوگان کے حال زار پر غور کرتے ان کے ناگفتہ بہ حالات کا مطالعہ کرتے ان کے دردناک حالات پر دو آنسو بہاتے اور ان کے رنجدہ واقعات اور افسوسناک داستانوں کو سنکر اپنی آنکھیں کھولتے۔ حیف صد حیف وہ مسلمان جنکو مذہبی تعلیم حاصل ہے نہ صرف اجازت و اباحت ہی ہے بلکہ صاف لفظوں میں حکم فرمایا گیا ہے کہ بیواؤں کا نکاح کر دو مگر ہندوستان کے مسلمان ہندوؤں سے مل جلکر رہنے سہنے سے اس تعلیم کو بھول گئے اور رسمی و مذہبی طور پر ہندوؤں کی طرح یہ بھی نکاح بیوگان کو سخت عیب اور برا سمجھنے لگے ہمیں کیا خود ہندو اور آریوں کو ان کے حال زار پر رحم آیا اور خون کے آنسو بالآخر انہوں نے بہائے حالانکہ ان کو مذہب نہیں سکھاتا پھر بھی خلاف مذہب کرنے پر وہ آمادہ ہیں ۱۹۱۷ء کا ذکر ہے کہ "آریہ گزٹ" نے ایک مضمون لکھا تھا جو اسکے لفظوں میں درج ہے" درحقیقت آج ہندو دوہواؤں (بیوہ) کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے اور زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ انکی تعداد دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے ۱۸۸۱ء کی مردم شماری میں نو سال تک کی دوہوا بچیاں ۶۳ ہزار ۵ سو ۷ تھیں لیکن ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں نو سال کی دوہوا لڑکیوں کی تعداد ۷۷ ہزار نو سو ۸۵ ہو گئی ہے اور چوبیس سال کی عمر کی دوہوائیں ۱۸۸۱ء میں ۶ لاکھ دس ہزار چار سو ۹۲ تھی لیکن اسی عمر تک کی ۱۹۱۱ء میں سات لاکھ دو ہزار ہو گئیں۔ ۱۸۸۱ء میں کل ہندو دوہواؤں کی تعداد ۲۵ کروڑ سے بھی بہت کم تھی لیکن ۱۹۱۱ء میں دو کروڑ انیس ۱۹ ہزار ہو گئی ہے اب جبکہ چھ سال اور گذر چکے ہیں اس عرصہ میں تعداد اور بڑھ گئی ہو گی" (آریہ گزٹ ۱۶ اگست ۱۹۱۷ء ص ۴) چنانچہ اسی قسم کی آہ و فغاں کا یہ اثر ہوا کہ ہندوؤں میں قانون پاس ہو گیا اور صرف اسلامی تعلیم کے مطابق اب ہندوؤں کا بھی دستور العمل ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ نے رسالہ "نکاح ثانی" میں لکھا ہے" پس ایں بحال ایشاں آنست کہ خود را از زمرہ سادات و شیوخ نہ شمارند بلکہ در زمرۂ راجپوتاں و راںگھڑاں و دیگر کفرۂ فجرۂ ہندوستان داخل نمایند۔ یعنی ایسے مسلمانوں کو جو اس نکاح پر عیب گیر ہیں انکو چاہیئے کہ مسلمان اور سید اپنے کو نہ جانیں بلکہ راںگھڑ اور راجپوت دوسرے کافران ہند سے سمجھیں۔ عرصہ ہوا کہ مولانا احمد علی سہارنپوری مرحوم نے جنھوں نے بخاری پر حاشیہ چڑھایا ہے ایک فتوی نکاح ثانی کے بارہ میں لکھا تھا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے نکاح ثانی کو جو عیب سمجھے وہ کافر ہے اور اس فتوی پر چالیس سے زیادہ عالموں کی مہر اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دستخط ہیں و بحوالہ تحفۃ الہند صفحہ ۱۱۲ یہ آفت صرف ہند کی ولایت میں ہے ورنہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور سارے عرب وروم وفارس و ترکستان چین کہیں یہ رسم بد نہیں ہے ان ممالک کے تمام مسلمانوں میں نکاح بیوہ بڑی خوشی سے ہوا کرتا ہے ہماری زبانی نہیں بلکہ ایک ثالث بامیر شاعر خوش بیان کی زبانی سنئے ؎ مثل بات یہ ملک ایران میں ہے نہیں مصر اور روم افغان میں ہے نہ مکہ مدینہ نہ توران میں ہے نہ یہ کربلا میں نہ کنعان میں ہے مگر ہند میں شہروں کا چلن مسلمان گئے سیکھ باصد محن ہے نہیں حبش میں اور نہ ہی چین میں ہے نہ لداخ وطہران و ماچین میں ہے نہ فندھار و کابل کے آئین میں ہے نہیں رسم بد یہ کسی دین میں ہے مسلماں گئے بھول راہ بری ہے لگے کرنے کار بد وبد نما ہے یہ مسدس بہت طویل ہے ہم نے بنظر اختصار اتنے پر کفایت کی ہے۔

ہندوؤں کا یہ شبہ کہ خاوند بمنزلہ پرمیشر کے ہے اور پرمیشر ایک ہوتا ہے لہذا خاوند ایک ہونا چاہیئے بالکل غلط ہے خاوند کو پرمیشر قرار دینا ہی صریح غلطی ہے۔ دنیا میں سیکڑوں ہزاروں خاوند و شوہر ہیں تو کیا ہزاروں پرمیشر بھی ہو گئے ظاہر ہے کہ ایسا خیال تار عنکبوت سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

ہم مسلمانوں کو توجہ دلاتے ہیں کہ انکی اس رسم بد سے دو باتیں ڈبل اور دو خرابیاں اٹل پیدا ہو جاتی ہیں ایک تو اس سے یہ لازم آیا کہ جو طریقہ اللہ پاک نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص کیا ہے کہ رسول کریم کی بیبیوں کا بعد ان کے نکاح نہ ہو کیونکہ وہ مسلمانوں کیلئے بجائے ماں کے ہیں یہ آپ کیلئے خاص ترہے بلکہ دوسری بیوگان بھی گویا لوگوں کی مائیں ہوئیں جن سے نکاح کرنا عیب ہے دوسری خرابی اس سے یہ لازم آئی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علیؓ کی ان تمام بیٹوں پر جو دوبارہ نکاح میں دیں گئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی اور بہت سی ان صالحہ بیبیوں پر جن کا نکاح ثانی ہوا ان تمام پر عیب لگایا اور بہ سبب ان کے نکاح ثانی کے ان کو قبیح سمجھا اور اپنے نکاح ثانی نہ کرنیکو افضل جانا سچ ہے بریں عقل و دانش بباید گریست۔ وہ بیبیاں یہ ہیں۔ بی بی رقیہؓ ان کا پہلا خاوند عتبہ بن ابی لہب دوسرے خاوند حضرت عثمانؓ۔ حضرت ام کلثوم کا پہلا خاوند عتبہ کا بھائی عتیبہ تھا دوسرے خاوند ان کے حضرت عثمانؓ حالانکہ یہ دونو بی بیاں رسول کریم کی بیٹیاں تھیں اور لخت جگر حضرت فاطمہؓ کی بیٹی جن کا نام بھی ام کلثوم تھا ان کے چار نکاح ہوئے پہلے خاوند ان کے حضرت عمر فاروق تھے اور تین خاوند جعفر طیار کے تینوں بیٹے تھے پہلے عونؓ دوسرے محمدؓ تیسرے عبداللہؓ علاوہ ازیں اسپر غور کرو کہ سوائے عائشہؓ کے رسول کریم کی تمام بی بیاں وہ تھیں جنکو آپ سے پہلے متعدد نکاح کا اتفاق ہوا۔ مثلاً حضرت خدیجہؓ جو سب میں افضل تھیں ان کے تین نکاح ہوئے اسی طرح حضرت حفصہ حضرت زینب حضرت میمونہ حضرت ام سلمہ حضرت ام حبیبہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہن کا بھی یہ دوسرا نکاح تھا۔ اسیطرح ام رومان حضرت عائشہؓ کی ماں کا پہلا خاوند عبداللہ بن سنجر اور انکے دوسرے شوہر حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ تفصیل کیلئے احادیث کی شرح ملاحظہ ہوں۔

پس مسلمانو ہم آپ سے ان واقعات کو سامنے رکھکر اور نکاح ثانی نہ کرنیکی صورت میں تمام خرابیاں بتاکر باادب درخواست کرتے ہیں کہ آپ لوگ ایسے نکاحوں کو ضروری سمجھیں اور جہاں کہیں بیوہ عورت ہو آپ کوشش کرکے نکاح کرادیں تو آپ کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔

وما علینا الا البلاغ

© rasailojaraid.com